سہیل اقبال

عظیم انسان

کتنی عجیب بات ہے' بیس سال پہلے میں جس شخص سے پہلی اور آخری مرتبہ ملا تھا وہ آج تک مجھے صرف اس بنا پر یاد رہا ہے کہ اس نے مجھے پاک وہند کی مشہور ترین شخصیتوں میں سے ایک عظیم شخصیت ابن صفی سے متعارف کرایا تھا۔

میں اس بات پر ہمیشہ فخر کرتا رہوں گا کہ میں نے ابن صفی کو بہت قریب سے دیکھا اور پرکھا ہے۔ جہاں تک میرے فہم وادراک کی دسترس ہے' میں نے اسے سمجھنے کی کوشش کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی کوشش میں ناکام بھی نہیں ہوا اور شاید یہی وجہ ہے کہ ابن صفی کے بارے میں کچھ لکھتے ہوئے مجھے اپنی کوتاہ علمی کے احساس کے ساتھ ساتھ باربار یہ مصرع یاد آرہا ہے۔

ہزار چہرہ ہے وہ شخص زندگی کی طرح

ابن صفی سے پہلی بار مل کر مجھے کچھ ایسا ہی محسوس ہوا تھا' جیسے میں اسے سالہاسال سے جانتا ہوں اور اس کی باغ وبہار شخصیت میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ اپنائیت کے اسی احساس نے میری اور اس کی دوستی کے سفر کا آغاز کیا تھا جو آج بھی جاری ہے۔

رفاقتوں کے اس طویل سفر میں' مَیں نے ابن صفی کی ذات سے بہت کچھ سیکھا ہے' حقیقت یہ ہے کہ اس نے انتہائی تکلیف دہ حالات میں بھی نہ صرف اپنی بلند' ہمتی اور شگفتہ مزاجی کو برقرار رکھا' بلکہ اپنے عیش وآرام کے دنوں میں بھی غرور تکبر کو کبھی قریب پھٹکنے نہیں دیا۔

ابن صفی کی زندگی' نہایت ہی میٹھے لہجے اور مدھم مدھم سُروں میں گایا جانے والا ایک ایسا گیت ہے' جس کا ہر سُر امن وآشتی' سکون وشانتی اور محبت کا عظیم پیغام بن کر فضائے عالم میں اپنا جادو جگا رہا ہے۔

ابن صفی سراپا محبت ہے' اس کے حلقہ محبت میں ہر طبقے' ہر سطح اور ہر اندازِ فکر کے افراد شامل ہیں' وہ انتہائی بامروت' بااخلاق' مخلص اور فراخدل انسان ہے۔ اس کی زندگی کا ہر شعبہ اس کے بلند عزائم کا آئینہ دار ہے۔ اس کا حسنِ سلوک اس کے تمام چاہنے والوں کی مشترکہ جاگیر ہے۔ سادگی اور سادہ دلی اس کی شگفتہ مزاجی کے اصل جوہر ہیں۔

شہرت کی جو منزل آج ابن صفی کو میسر ہے' وہاں پہنچ کر بڑے بڑے اعلیٰ ظرف لوگوں کی ذہنیت تبدیل ہوجاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو دنیا کی عظیم ترین شخصیتوں میں شمار کرنے لگتے ہیں۔ سچ پوچھیے تو یہی انداز فکر ان لوگوں کی پستی کا باعث بن جاتا ہے لیکن ابن صفی کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے' وہ اپنی شہرت کے ذکر پر اتراتا نہیں شرماتا ہے۔ وہ انتہائی بلندی پر پہنچ کر بھی یہی کہتا ہے۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

عام زندگی میں ہم انسانی کردار کی بعض چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظرانداز کرنے کے عادی ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ اگر ان کے بارے میں غوروفکر سے کام لیا جائے اور انہیں تجزیے کی کسوٹی پر کسا جائے تو انسان کے کردار کو سمجھنے میں بہت زیادہ مدد مل سکتی ہے۔

اس اصول کو بنیاد بنا کر جب میں ابن صفی کی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو میری نگاہوں کے سامنے ایک ایسے شخص کی..... تصویر گھومنے لگتی ہے جو' اپنے سے بڑوں کا ادب' چھوٹوں سے... شفقت اور ہم عمروں سے برابر کا سلوک روا رکھتا ہے جو اپنی گھریلو زندگی کی ذمے داریوں کو شدت سے محسوس کرتا ہے' جو ملازمین کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آتا ہے' جو کبھی کسی سائل کے ساتھ تلخی سے پیش نہیں آتا بلکہ حسب توفیق اس کی امداد کرتا ہے' اخلاقی اور مذہبی قدروں کا احترام اپنا فرض سمجھتا ہے اور جھوٹ بولنے سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

جب کسی ایک آدمی میں اتنی بہت سی خوبیاں یکجا ہوجاتی ہیں تو یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ اس دورِ پُرآشوب میں جبکہ ہر طرف نفسانفسی کا بازار گرم ہے ایسا عظیم انسان بھی جنم لے سکتا ہے۔

ابن صفی کے علاوہ' آج تک مجھے کسی ایسے آدمی سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا جس کے ملاقاتیوں میں دوستوں اور دشمنوں دونوں کی آمیزش نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ابن صفی کے کردار کا کمال ہے کہ اس کے تمام جاننے والے اسے یکساں طور پر نہ صرف پسند کرتے ہیں بلکہ اس کے فن کے ساتھ ساتھ اس کے کردار کی عظمت کے مدّاح بھی ہیں اور قائل بھی۔

میرے اور ابن صفی کے ایک مشترکہ دوست نے مجھے ایک واقعہ سنایا جو بظاہر کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا لیکن اگر اس پر غور کیا جائے تو ابن صفی کے کردار کا ایک بہت ہی عظیم پہلو اجاگر ہوکر ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے۔

ہوا یوں کہ ایک دن جب، ہمارے دوست موصوف کے ساتھ دفتر میں بیٹھے ہوئے کسی "ادبی" مسئلے پر انتہائی زور و شور سے مصروف بحث تھے تو ایک صاحب جو حلیے سے نہایت ہی مفلوک الحال دکھائی دے رہے تھے، دفتر کی چق اٹھا کر اندر داخل ہوئے۔ ابن صفی نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں کہا..... "آیئے .... آیئے، تشریف لایئے۔" آنے والے صاحب اجنبی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھتے، جھجکتے ہوئے آگے بڑھے اور ایک کرسی پر جم گئے..... تھوڑے سے توقف کے بعد ابن صفی نے اس سے پوچھا۔ "کہئے..... کچھ ..... بنایا آپ نے.....؟" نووارد نے زبان سے کسی قسم کا جواب دیے بغیر، سر کو ذرا سی جنبش دی اور اس پیکٹ میں سے جو اس کی بغل میں دبا ہوا تھا، آرٹ پیپر پر بنے ہوئے دو ڈیزائن نکال کر ابن صفی کی میز پر رکھ دیے۔ موصوف نے ان ڈیزائنوں کو ایک نظر دیکھا اور پھر دس دس کے کچھ نوٹ اپنی جیب سے نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ آئندہ بھی آتے جاتے رہا کیجئے گا۔ نووارد نے پیسے لے کر موصوف کا شکریہ ادا کیا اور رخصت کی اجازت چاہی۔ جب وہ چلا گیا تو ابن صفی نے آہ بھرتے ہوئے دونوں ڈیزائنوں کو اٹھا کر چپکے سے میز کی دراز میں رکھ دیا۔

ہمارے دوست جو خاموشی سے سارا تماشا دیکھ رہے تھے، موصوف کو آہیں بھرتے ہوئے دیکھ کر خاموش نہ رہ سکے اور مسکراتے ہوئے بولے۔ "اجی حضرت ہمیں بھی تو دیدار کرایئے۔ آخر ہم بھی تو دیکھیں وہ کیا چیز ہے، جو ہم سے بھی..... چھپا کر رکھی جا رہی ہے....." پہلے تو موصوف نے بہت ٹالنے کی کوشش کی مگر جب ان کی ضد حد سے تجاوز کر گئی تو مجبور ہو کر دونوں ڈیزائن میز کی دراز سے نکال کر ان کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا..... "لو..... ذرا..... جی بھر کے دیکھنا..... انہیں۔"

دونوں ڈیزائن میز پر پڑے ہوئے تھے اور ہمارے ..... دوست انہیں برابر گھورے جا رہے تھے۔ موصوف نے ان کے انہماک کا مضحکہ اڑاتے ہوئے پوچھا..... "کہاں کھو گئے جناب..... اگر یہ ڈیزائن اتنے ہی پسند آگئے ہیں تو انہیں گھر لے جانا اور فریم کرا کے اپنے بیڈ روم میں سجا لینا۔ تاکہ اٹھتے بیٹھے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی رہے۔" ہمارے دوست نے مسکراتے ہوئے جواباً کہا۔ "نہیں پیارے یہ جملے بازی نہیں چلے گی..... میری پسند کو چھوڑو..... میں تو ان ڈیزائنوں کو دیکھ کر تمہاری پسند کے معیار کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ آج تمہارا ذوق میری نظروں میں مشتبہ ہو گیا ہے۔"

ابن صفی نے جواب میں فوری طور پر کچھ نہیں کہا۔ ان کی آنکھوں میں کرب کے سائے لہرانے لگے تھے۔ قدرے خاموش رہ کر انہوں نے ایک آہ بھری اور پھر کہا۔

"جانِ من..... تمہارا سوچنا برحق ہے مگر مجھے صرف اتنا بتا دو کہ میں اپنے معیار کو دیکھوں یا انسان کی بھوک کو؟"

اف!..... اپنے دوست سے یہ واقعہ سن کر میں کانپ گیا تھا اور میری نظروں میں ابن صفی کی شخصیت ایک روشن مینار کی طرح پھیلتی چلی گئی.....

خدائے بزرگ و برتر نے جہاں ابن صفی کو سیکڑوں نعمتوں سے نوازا ہے وہاں اس کو "درگزر" اور "فراخدلی" جیسی خصوصیات بھی عطا کی ہیں۔ درگزر کے سلسلے میں پیش کرنے کے لیے یہی ایک مثال کافی ہے کہ لوگوں نے مالی منفعت کے لیے اس کے نام کو ذرا ذرا سی تبدیلی کے ساتھ استعمال کیا اور اس کے تخلیق کیے ہوئے کرداروں کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنائے رکھا، کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس سے بھی زیادہ "معقولیت" کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اس کے پورے پورے ناول ہی اپنے نام سے شائع کرا دیے لیکن موصوف نے ان حالات میں بھی اپنی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور ہمیشہ درگزر سے کام لیا۔

جہاں تک ابن صفی کے فراخدل ہونے کا معاملہ ہے، وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ جاسوسی کہانی نویسوں میں آج ہمارے سامنے کئی ایسے نام موجود ہیں جن کی صلاحیت کی نشاندہی مدتوں پہلے موصوف نے کی تھی، سچ پوچھئے تو ان میں سے بہت سے حضرات کا تعارف اگر قارئین سے موصوف نے نہ کرایا ہوتا تو شاید گمنامی کے اندھیرے آج بھی ان کا مقدر ہوتے۔

ابن صفی کی فراخدلی کا ایک واقعہ اور سن لیجئے۔ جب پہلی بار اپنے دوست ایچ اقبال کو لے کر ابن صفی کے گھر پہنچا تو وہ ایچ اقبال سے نہ صرف پُرتپاک انداز میں ملا، بلکہ اس نے انتہائی اپنائیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے صاحبزادے اظہار میاں کو آواز دی، جب اظہار میاں آگئے تو موصوف نے ایچ اقبال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اظہار میاں سے پوچھا..... "کہئے .... آپ نے پہچانا..... انہیں؟" تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد اظہار میاں نے مسکرا کر جواب دیا..... "جی ہاں..... غالباً" آپ ایچ اقبال صاحب ہیں....."

اظہار میاں کا جواب سن کر موصوف نے فلک شگاف قہقہہ لگاتے ہوئے جواباً کہا۔

"جی ..... ہاں۔ یہ وہی ایچ اقبال صاحب ہیں جن کے جاسوسی ناولوں کو آپ بہت شوق سے پڑھا کرتے ہیں۔" اظہار میاں ہنستے ہوئے کمرے سے چلے گئے تو..... موصوف نے مزید کہا۔ "میرے گھر میں حمید، فریدی اور عمران کے کرداروں پر لکھے ہوئے، میرے ناولوں کے بعد صرف ایچ اقبال کے ناول پڑھے جاتے ہیں۔" اور یہ کہہ کر ابن صفی نے نہ صرف اپنی فراخدلی کا مظاہرہ کیا بلکہ ایچ اقبال کے اس مقام کا بھی تعین کر دیا جس کا وہ حقدار ہے۔